محمد دین تاثیر کی نظم اور سرمایہ داری

خضریٰ تبسم

Abstract:

Capitalism is part of the Continuity of the feudal system. This system is directly realted to the french Revolution and the Russian Revolution. The Bolshevik movement served as oxygen in the pursuit of the rights of workers and peasants. He did a lot of work on workers and peasants, which also had an impact on world literature. Regular Russian ideology was propagated under the influeuce of the peogressive movement in the 1936. Poets of the subcontinent played and important role in the promotion of Marxist and socialist ideologies, among which the names of Sajjad zaheer, Ali Sardar Jafri, Faiz, Sahir and Ahmad Nadeem Qasmi are prominent. MD Taseer's name is charecteristically not eworthy. This article contains MD Taseer's views on Capitalism.

ابتدایہ:

محمد دین تاثیر کا نام اردو ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ادب میں ان کی مختلف حیثیات، مختلف ادبی حلقوں سے وابستگی اور ادبی تحریکوں کے ساتھ ان کے تعلق میں ان کی شخصیت کا گہرا عمل دخل ہے۔ ۱۹۳۳ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے کیمبرج گئے تو ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۳۵ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین جو ہندوستانی طلباء نے قائم کی تھی اس کے بانیوں میں شامل تھے۔ انھوں نے اس انجمن کے منشور کو تیار کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن خود کو ترقی پسندی کی عملی نوعیت تک محدود رکھا۔ انھوں نے ہندوستان کے علمی حلقوں میں مارکسی فلسفے کو متعارف کروایا۔ جلد ہی ان کی اشتراکی مساعی ماند پڑنا شروع ہو گئیں۔ اس برگشتگی کی وجوہات میں جلیانوالہ باغ کا واقعہ قائداعظم سے ملاقات، ۱۹۴۰ء کے بعد تحریک پاکستان میں شمولیت، قیام پاکستان کے بعد کشمیر پر ہندوستان کی جنگی یلغار کی مخالفت شامل ہے۔ چنانچہ ترقی پسندوں نے تاثیر کی تنظیمی وابستگی پر سوال اٹھانا شروع کر دیئے کیونکہ ترقی پسند قیام پاکستان کو سامراجی سازش قرار دیتے تھے۔ تاثیر نے اس کا اظہار اپنے کئی مضامین میں کیا۔ الغرض وہ ترقی پسندانہ نظریات سے منحرف ہو کر ''نیاز مندانِ لاہور'' میں شامل گئے اور اپنا بھرپور ادبی کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر ریاض قدیر

کے بقول:

''۱۹۳۵ء میں لندن کے نا کنگ ریستوران میں جن ہندوستانی طلباء نے انجمن ترقی پسند مصنفین کا پہلا حلقہ قائم کیا اور اس انجمن کے منشور کو تیار کرنے میں حصہ لیا، ان میں ڈاکٹر جیوتی گھوش، ڈاکٹر ملک راج آنند، پر بھ سین گپتا اور سجاد ظہیر کے ساتھ ڈاکٹر محمد دین تاثیر بھی شامل تھے۔ لندن میں ترقی پسند مصنفین کی تحریک کے ساتھ تاثیر کی دل چسپی زیادہ تر علمی نوعیت کی تھی۔ انھوں نے مارکسی فلسفے کو علمی حلقوں میں شرکت اور مطالعہ کے ذریعے پوری طرح سمجھا اور اس فلسفے کی اصل روح اور حقیقی مقاصد پر مبنی ایک ادبی منشور کا مسودہ تیار کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تاثیر کی شاعری کا آغاز جس زمانے میں ہوا وہ اردو ادب میں ہنگاموں اور تحریکوں کا زمانہ ہے۔ بیسویں صدی کی ابتدا کے ساتھ ہی رومانوی تحریک کا آغاز ہوا اور ہندوستانی طبقہ تعلیمی اداروں میں لازمی انگریزی تعلیم کے باعث مغربی رومانی شعرا سے متعارف ہوا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس اور ۱۹۳۹ء کی دوسری جنگ عظیم، دوسرا اہم موڑ ثابت ہوا جس نے ہندوستان کی ادبی تحریکوں میں سوشلسٹ یا اشترا کی نظریات کو متعارف کروایا۔ اس عہد کا تیسرا بڑا ادبی موڑ علامہ اقبال کی تحریک تھی جو بیک وقت رومانوی اور ترقی پسندی کے ساتھ ساتھ اسلامی نظریات کے تعارف کا ذریعہ بنی۔''(۱)

Capitlaism یعنی سرمایہ داری نظام اصل میں لاطینی لفظ Kaput سے ماخوذ ہے جس کا مطلب Head ہے لفظ Kapitalism کی شروعات ۱۸۴۸ء میں مارکس اور اینگلز سے ہوئی اور یہی لفظ بعد میں Capitalism کہلایا۔

Webster new world Dictionary کے مطابق سرمایہ دارانہ نظام کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

''The economic system in which all or most of the means of production and distribution, as land, factories, rails, roads, etc are and provately owned and operated for profit, originally under fully compitative conditions, it has been generally characterized by a tendency tower concentration of

wealth, and in its later phase by the growth of great

cooperation increased government control.’’(۲)

صدیوں پر محیط جا گیردارانہ نظام کے زوال سے سرمایہ دارانہ صنعتی ترقی کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔تاریخ کے درمیانی دورانیے کے ساتھ موجودہ نئے دور کی ابتدا کو بورژوای کلچر کا نام دیا گیا۔اس اصطلاح کا مطلب حاکم یا وسائل کے مالک کا ہے۔قرونِ وسطیٰ کے بادشاہوں کو ریاست اور جنگی وسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے جب جب کثیر سرمایے کی ضرورت پیش آتی تو وہ سرمایہ داروں اور سوداگروں سے سود پر قرض لیتے۔جو سرمایہ داری کی پہلی باقاعدہ شکل تھی۔فرانس اور انگلستان کی جنگوں کے بعد جب قومی ریاست کا تصور ابھرا، تب تک اس کا کردار جا گیردارانہ تھا۔وسائل پر تسلط کے بعد بورژوای طبقے نے آواز اٹھائی اور مالی اور انسانی وسائل کو بطور طاقت استعمال کر کے خود کو عوامی نمائندے کی صورت میں پیش کیا۔چناں چہ سلطنت کے معاملات میں اثر ورسوخ قائم کرنے کے لیے سیاست میں اپنے عمل دخل کو بڑھایا۔بنیادی مقصد عوامی خدمت کی بجائے اپنی دولت وسائل اور طاقت میں اضافہ تھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جا گیرداری کے نتیجے میں حاصل ہونے والے وسائل اور دولت نے آزادانہ تجارت کی بنیاد رکھی اور ایک نیا سماج اور معاشی نظام قائم ہوا۔اس کی وضاحت درج ذیل حوالے سے بخوبی ہوتی ہے۔عالمی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

’’سماجیاتی معاشی تشکیل جس نے جاگیرداری نظام کی جگہ لی۔سرمایہ داری کی بنیاد ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت اور اجرتی مزدور کے استحصال پر ہے۔قدر زائد کا حصول سرمایہ دارانہ پیداوار کا بنیادی اصول ہے۔پیداوار کی بدنظمی مخصوص عرصے بعد بحران، شدید بے روزگاری، عوام کی غربت اور مقابلہ بازی سرمایہ داری نظام کا خاصہ سمجھی جاتی ہیں۔‘‘(۳)

انیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ہندوستانی زندگی پر مغربی اثرات مرتب ہونے لگے جس میں سائنسی ترقی کا اثر خاص طور پر اہمیت کا حامل ہے۔سائنسی علوم اور سائنسی ایجادات نے ہندوستان میں رائج تصورات وعقائد کی بنیادوں کو ہلا کے رکھ دیا۔ہندوستان میں انگریزی حکومت کے قیام اور استحکام نے یہاں سماجی و معاشرتی تبدیلیاں پیدا کیں۔اس دور میں فرد ذہنی ونفسیاتی الجھنوں کا شکار رہا لیکن ان پیچیدگیوں اور الجھنوں کو شاعری کا حصہ نہیں بنایا گیا۔

انقلاب روس کے بعد عالمی تصور ابھرا کہ ایسی صورت حال میں ادیبوں کو بھی اپنا فرض ادا کرنا چاہیے کیوں کہ ادب خلا میں تخلیق نہیں ہوتا اس لیے اس بات پر زور دیا گیا کہ ادب کا تعلق سماج کے ساتھ جوڑا جائے اور ادیب کو چاہیے کہ وہ سماجی مسائل کو اپنی تحریر میں بھرپور جگہ دے۔لہٰذا ۱۹۳۵ء میں فرانس کے دارالحکومت پیرس میں دنیا بھر کے شعرا وادبا کی کانفرنس ہوئی۔ہندوستان سے ملک راج آنند اور سجاد ظہیر نے نمائندگی کی۔اس کانفرنس سے کچھ

دن پہلے ہی یہ دونوں ادیب لندن میں ''انجمن ترقی پسند مصنفین'' کی داغ بیل ڈال چکے تھے۔اس کانفرنس میں غریب مزدوروں کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔انجمن کا پہلا اجلاس لکھنو میں ۱۹۳۶ء میں ہوا جس کی صدارت کے فرائض منشی پریم چندنے انجام دیئے۔اسی کانفرنس میں ترقی پسند مصنفین کا ''مینی فیسٹو'' اور پریم چند کا تاریخی صدارتی خطبہ منظر عام پر آیا۔اس انجمن کا منشور یہ طے پایا کہ خواص کی بجائے عوام کی بات کی جائے۔فرقہ پرستی، استحصال، نسلی تعصب اور ہر قسم کے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی جائے اور ادب کا تعلق زندگی اور سماج سے جوڑا جائے۔

۱۹۳۵ء میں لندن کے نانکنگ ریستوران میں جن ہندوستانی طلباء نے انجمن ترقی پسند مصنفین کا پہلا حلقہ قائم کیا اور اس انجمن کے منشور کو تیار کرنے میں حصہ لیا،ان میں ڈاکٹر جیوتی گھوش، ڈاکٹر ملک راج آنند، پربھ سین گپتا اور سجاد ظہیر کے ساتھ محمد دین تاثیر بھی شامل تھے۔لندن میں ترقی پسند مصنفین کی تحریک کے ساتھ تاثیر کی دلچسپی زیادہ تر علمی نوعیت کی تھی۔انھوں نے مارکسی فلسفے کو علمی حلقوں میں شرکت اور مطالعہ کے ذریعے پوری طرح سمجھا اور اس فلسفے کی اصل روح اور حقیقی مقاصد پر مبنی ایک اور منشور کا مسودہ تیار کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

یوں ترقی پسند تحریک سے تعلق رکھنے والے شعرا میں ایک نام ایم۔ڈی تاثیر کا بھی ہے۔ان کی نظم کا فکری سلسلہ بھی اس عہد کے دوسرے شاعروں کی فکر سے جڑتا ہے۔وہ اپنے عہد کے مسائل سے بخوبی واقف تھے۔ان کی نظموں کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ فرد کی حیثیت سے ان مسائل کو پیش کرتے ہیں جو نوعیت کے اعتبار سے اجتماعیت کے حامل نظر آتے ہیں۔''ید بیضا''، ''رس بھرے ہونٹ'' اور ''سائے'' ان کی کامیاب نظموں میں شمار ہوتی ہیں۔''ید بیضا'' طویل ان کی نظم ہے۔اس میں انسانی ذات کے درون و بیرونی کی ہم آہنگی سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کو ''پرافشاں سائے'' اور ''نقوش'' کی علامتوں سے واضح کیا گیا ہے۔ان کی نظم ''کارزار'' کا موضوع انسان کی جنسی ناآسودگی اور جنسی بے اطمینانی ہے۔اس میں سماجی رکاوٹوں پر بھی طنز کیا گیا ہے جو جنسی آسودگی کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔''رس بھرے ہونٹ'' میں انسان کی جنسی گھٹن موضوع بنتی ہے اور اس گھٹن کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیزاری کو واضح کیا گیا ہے۔''سائے'' میں تنہائی کو موضوع بنایا گیا ہے جو جدید دور کا سب سے بڑا المیہ ہے اور جدید ذہن کا مقدر بن کر اُبھرتا ہے۔

بیسویں صدی میں جہاں نت نئی ایجادات اور نظریات نے سوچنے کے نئے در وا کیے وہیں دوسری جنگ عظیم نے دنیا کو پھر سے تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کر دیا۔پرانی اقدار ختم ہو رہی تھیں، اقتصادی، اخلاقی اور سماجی صورت حال دگرگوں تھی، ایسے میں تذبذب اور ذہنی انتشار کا پیدا ہو جانا فطری عمل ہے۔ایم۔ڈی تاثیر چونکہ بیسویں صدی کے شاعر ہیں اس لیے ان کے یہاں بھی ہمیں سماج اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بغاوت نظر آتی ہے۔

سید عابد علی عابد، ''آتش کدہ'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''......بیسویں صدی کا شاعر اور فن کار بہت سی دشواریوں سے دوچار ہے۔تیزی سے بدلتے

ہوئے معاشرتی رجحانات، تغیر پذیر اخلاقی اقدار، پگھلتا ہوا تمدنی مزاج جہاں سوچنے کی نئی راہیں کھولتا ہے وہاں تذبذب اور ذہنی انتشار بھی پیدا کرتا ہے۔ تاثیر کی منظومات اس بدلتے ہوئے ماحول، ان تغیر پذیر اقدار، اس پگھلتے ہوئے مزاج کی آئینہ دار ہیں۔ ان تمام انکشافات سے بہرہ یاب ہیں جو بیسویں صدی سے مخصوص ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے ملک، اپنے دیس اور اپنے تمدن کے مخصوص حالات کی ترجمانی بھی کرتی ہیں۔''(۴)

ایم۔ڈی تاثیر کے ہاں ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں جن پر مارکسی نظریے کے اثرات نمایاں ہیں۔ ''سنہری دیا''، ''غریبوں کی صدا'' اور ''سرمایہ داری'' اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔

نظم ''سنہری دیا'' میں استعماراتی انداز کو سرمایہ دارانہ نظام کے زوال کا موضوع بنایا گیا ہے۔

سنہری دیا جھلملانے لگا ہے
ہوا ہے مخالف مگر کچھ نہیں ہے
سنہری دیے پر اثر کچھ نہیں ہے
جو دشمن ہے بیرونِ در کچھ نہیں ہے
سنہری دیا جھلملانے لگا ہے
کہ بتی کے بل سب کے سب کھل گئے ہیں
کہ روغن کے قطرے جو تھے آنسوؤں کی طرح پھوٹ کر بہہ رہے ہیں
سنہری دیا جھلملانے لگا ہے(۵) (سنہری دیا)

''غریبوں کی صدا'' انقلابی آہنگ کی نظم ہے جس میں غریبوں کی باغیانہ آواز کو بلند کیا گیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ غریب آمروں اور زمینداروں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جو سرمایہ دار ان غریبوں کا استعمال کر کے اپنے محل تعمیر کر چکے ہیں اب یہ غریب ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں:

غریبوں کی فاقہ کشوں کی صدا ہے
مرے جارہے ہیں
امیروں کے عیشوں کا انبار سر پر
لدے ہیں زمانے کے افکار سر پر
زمیندار کاندھے پہ سرکار سر پر
مرے جارہے ہیں
شرابوں کے رسیا امیروں کا کیا ہے

ہنسے جارہے ہیں
غریبوں کی محنت کی دولت چرا کر
غریبوں کی راحت کی دنیا مٹا کر
محل اپنے غارت گری سے سجا کر
ہنسے جارہے ہیں
غریبوں نے سمبندھ مل کر کیا ہے
خوشی بڑھ گئی ہے کہ غم بڑھ رہے ہیں
نگاہوں سے آگے قدم بڑھ رہے ہیں
سنبھلنا امیرو کہ ہم بڑھ رہے ہیں
بڑھے جارہے ہیں(۶) (غریبوں کی صدا)

مذکورہ بالا نظم کا مجموعی تاثیراور مزاج رحم دلی احساس اور انسانیت پر مبنی ہے۔

اسی طرح ان کی نظم ''سرمایہ داری'' سرمایہ دارانہ نظام پر تنقید ہے جس میں مذہبی تفریق اور تفاوت خصوصاً ہندوؤں کا چار طبقاتی سماجی نظام شامل ہے اس غیر انسانی تقسیم پر طنز اور اس کے منفی اثرات کو سرمایہ داری سے منسلک کر کے تاثیر نے کمال مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ملاحظہ ہو:

ہندو کیا ہیں، مسلم کیا ہیں، جھوٹی ذاتیں پاتیں ہیں
سب دولت کے الجھاؤ ہیں سب دولت کی باتیں ہیں
مندر گرجے اونچے اونچے جگمگ جگمگ کرتے ہیں
اور عبادت کرنے والے بھوکے ننگے مرتے ہیں

....

روسی ہیں یا افریقی ہیں ہندو یا عیسائی ہیں
دولت کے برچھوں کے زخمی سارے بھائی بھائی ہیں
یہ تعریفیں یہ تقسیمیں سرمائے کی گھاتیں ہیں
گورے کالے سب اس کے ہیں جس کے دن اور راتیں ہیں (۷)

(سرمایہ داری)

نظم ''دہقان کا مستقبل'' میں شاعر سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا دکھائی دیتا ہے۔

وہ پرامید ہے کہ دہقان جودھرتی کا سینہ چیر سکتا ہے وہ اپنے حق کے لیے حکمرانوں کے خلاف بھی آواز بلند کرسکتا ہے۔ نظم کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو:

خمیدہ آنکھ، تن بے پیرہن ، تصویر مظلومی
سراپا درد و حرماں فکرِ کلفت رنج محرومی

یہ دونوں ہاتھ مضبوطی سے جو تھامے ہوئے ہیں ہل
یہ خاموشی سے چلنے والے پاؤں غیر متزلزل
یہی آزاد کروائیں گے آقاؤں سے بندوں کو
یہ پاؤں روندلیں گے سرکشوں کو سربلندوں کو
یہ ہل ہموار کردیں گے بلندی اور پستی کو
یہ مستعمر بدل ڈالیں گے ویرانی میں بستی کو
نظر آتے ہیں تودوں کی طرح شاہی محل مجھ کو
دکھائی دیتے ہیں ارض وسما میں ہل ہی ہل مجھ کو(۸) (دہقان کا مستقبل)

چونکہ تاثیر کو مغربی شعروادب سے کافی دلچسپی اور واقفیت تھی۔اس لیے ان کی نظموں میں فکروفن کا جو امتزاج ملتا ہے وہ اسی واقفیت اور دلچسپی کا نتیجہ ہے۔

حواشی:

۱۔ ریاض قدیر ، ڈاکٹر، ڈاکٹر ایم۔ڈی تاثیر: شخصیت اور فن،(لاہور: اردو اکیڈمی پاکستان، ۲۰۰۵ء)،ص:۵۵

2. webster New World Dictionary , 3rd edition Psantie Hall, N.Y, p.208

۳۔ یاسر جواد، عالمی انسائیکلو پیڈیا، جلد اول(لاہور:الفیصل ناشران وتاجران کتب،۲۰۰۹ء)،ص:۱۱۹۲

۴۔ سید عابد علی عابد(پیش لفظ)،آتش کدہ از محمد دین تاثیر(لاہور:انشا پریس،س ن)،ص:(ص)

۵۔ تاثیر، ڈاکٹر محمد دین، آتش کدہ،ص:۱۰۴

۶۔ ایضاً،ص:۷۹،۸۰

۷۔ ایضاً،ص:۶۸

۸۔ ایضاً،ص:۷۴